25

کامل انسان وہ ہے جس کی سب قربانیاں خدا تعالیٰ کے لیے ہوں

(فرمودہ 12 /اگست 1949ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت کی:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ 1

اس کے بعد فرمایا:

''میں نے پچھلے خطبہ میں بتایا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کو مختلف قیود کے ساتھ مقید کر دیا ہے اور اسے ایسی صورت میں پیش کیا ہے کہ وہ عام نمازوں سے بہت بڑھ جاتی ہے اور یہی وہ صلوٰۃ ہے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے حاصل ہے۔

دوسری چیز جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے نُسُکِیْ ہے۔ نُسُکٌ۔ یہ نَسِیْکَۃٌ کی جمع ہے جو نَسَکَ سے نکلا ہے۔ اور نُسُکٌ کے معنے ہوتے ہیں کسی نیک کام کو بغیر اس کے کہ اس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو، بغیر اس کے کہ اس کی ذمہ داری کسی پر ڈالی گئی ہو اپنی خوشی اور مرضی سے کسی شخص نے سرانجام دیا اور اس نیت سے کام کیا کہ خدا تعالیٰ کی رضا اسے حاصل ہو جائے۔ اس مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے نَسِیْکَۃٌ کا لفظ ایسی قربانی پر دلالت کرتا ہے جو خالصۃً لِلّٰہ ہو اور پھر اپنی خواہش، ارادے اور طبعی رغبت کے ماتحت کی جائے۔ اس میں جبر اور حکم کا دخل نہ ہو۔ جبر اور حکم کے ماتحت

کی جانے والی بھی لِلّٰہ ہوسکتی ہے لیکن وہ مشتبہ ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دیکھنے والا اس کے متعلق ایسا شُبہ کرلے کہ شاید اگر حکم نہ دیا جاتا تو قربانی کرنے والا قربانی نہ کرتا۔

پھر نَسِیْکَۃٌ ایسے چاندی اور سونے کو بھی کہتے ہیں جس میں سے ہر قسم کی مَیل نکال دی جائے۔ اس لحاظ سے نَسِیْکَۃٌ کے معنے اس فعل کے بھی ہوسکتے ہیں جو ہر قسم کے نقص اور خرابی سے پاک ہو۔ ہر زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ کسی لفظ کے جتنے معنے ہوسکتے ہیں وہ سب کے سب اپنی ذات میں مستقل سمجھے جاتے ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان تمام معنوں میں روح ایک ہی پائی جاتی ہے اور ہر مفہوم دوسرے مفہوم سے مشابہت کے رشتہ سے وابستہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا سونا اور چاندی جس میں سے ہر قسم کی مَیل نکال دی جائے نَسِیْکَۃٌ کے مستقل معنے ہیں اور ایسی قربانی جو خالصۃً لِلّٰہ ہو وہ بھی اس کے مستقل معنے ہیں اور ان دونوں معنوں کو اگر ملا کر دیکھا جائے تو دونوں مشابہت کے رشتہ سے آپس میں وابستہ ہیں کیونکہ ہر وہ قربانی جو مصفّٰی ہو، غیر چیز کی اس میں ملونی نہ ہو محض لِلّٰہ ہو، وہ قربانی بھی ہر قسم کے عیب اور نقص سے صاف ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی مَیل سے صاف کی ہوئی چاندی اور سونے میں بھی یہی معنے پائے جاتے ہیں یعنی اس میں سے بھی غیر جنس کو نکال دیا جاتا ہے۔ ان دونوں معنوں کو مدنظر رکھ کر یہاں نَسِیْکَۃٌ کے معنے اس قربانی کے ہوں گے جو ہر قسم کی خرابی اور نقص سے پاک ہو، خالصۃً لِلّٰہ ہو اور کوئی غیر چیز جس کے لیے قربانی نہیں ہونی چاہیے اس میں شامل نہ ہو۔ پھر وہ قربانی طبعی رغبت سے ہو جبر اور حکم کا اس میں دخل نہ ہو۔

خالصۃً لِلّٰہ قربانی اور عام قربانی میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ جب صرف قربانی کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد ہر قسم کی قربانی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ہم کہیں کہ فلاں شخص نے اپنے بیوی بچوں کو بھوکا رکھا اور ماں باپ کی خدمت کی تو اسے بھی ہم قربانی ہی کہیں گے۔ یہ نہیں کہ وہ کام جو ماسِوَی اللہ کے لیے کیا جائے۔ قربانی کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ ماسِوَی اللہ کے لیے جو کام کیا جائے اس کے لیے بھی قربانی کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔ احادیث میں آتا ہے کہ تین آدمی تھے جو کسی پہاڑی علاقہ میں سے گزر رہے تھے کہ طوفانِ باد و باراں آیا اور وہ ڈر کے مارے ایک غار میں چُھپ گئے۔ جب وہ غار میں چُھپے تو ایک بڑی سِل ہوا اور بارش کے زور سے لُڑھک کر اس کے دروازہ پر آگری اور اُن کا رستہ رُک گیا۔ انہوں نے طوفان سے محفوظ رہنے کے لیے غار میں پناہ لی تھی

لیکن ہوا اور بارش نے اُن کے باہر نکلنے کا رستہ بھی بند کر دیا۔ ان تینوں کے اندر اتنی طاقت نہیں تھی کہ اس سِل کو دروازہ سے ہٹا سکتے۔ پس تینوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے یہ سِل دروازہ سے ہٹ جائے اور آخر انہوں نے یہ تجویز کی کہ آؤ! ہم اپنے کسی خاص فعل کو پیش کر کے خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں کہ اے اللہ! ہمارے فلاں فعل کی وجہ سے جو خالص تیرے لیے تھا تُو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے اللہ! تُو جانتا ہے کہ میرا اور میرے اہل وعیال کا گزارہ بکریوں کے دودھ پر ہے مگر ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں جلدی واپس گھر نہ پہنچ سکا۔ بہت رات گئے میں گھر پہنچا۔ میرے بڑھے والدین میرا انتظار کرتے کرتے تھکان کی وجہ سے مزید بیدار رہنے کی برداشت نہ کر سکے اور سو گئے۔ جب میں گھر پہنچا تو میرے بچے بھوک کی وجہ سے تڑپ رہے تھے اور بیوی بھی بیتاب تھی۔ میری بیوی نے کہا تمہارے والدین تو تھکان کی وجہ سے سو گئے ہیں لیکن ہم لوگ جاگ رہے ہیں اور کھانے کی انتظار میں ہیں تُو ہمیں دودھ پلا دو بچے بھوک کی زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے اسے جواب دیا ماں باپ کا حق بیوی بچوں پر مقدم ہے۔ میں پہلے انہیں دودھ پلاؤں گا اور پھر بیوی بچوں کی طرف توجہ کروں گا۔ چنانچہ میں نے دودھ کا پیالہ اُٹھایا اور اُن کی پائنتی کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ میں انہیں جگانا اور ان کی نیند میں دخل انداز ہونا نہیں چاہتا تھا میں نے خیال کیا جب یہ نیند سے خود بخود بیدار ہوں گے تو ان کی خدمت میں دودھ پیش کروں گا۔ لیکن وہ تھکان کی وجہ سے ایسے سوئے کہ ساری رات گزر گئی اور وہ نہ جاگے۔ میرے بچے بھی آخر بھوک کی برداشت نہ کر سکے اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے سو گئے۔ میں ساری رات والدین کی پائنتی دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا رہا۔ صبح جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو میں نے انہیں دودھ پلایا اور ان کے بعد بیوی بچوں کو دودھ دیا۔ اے میرے رب! میری اس میں کوئی ذاتی غرض نہیں تھی۔ میں نے ان سے یہ حُسنِ سلوک صرف اُس فرض کے ادا کرنے کے لیے کیا جو تُو نے مجھ پر عائد کیا تھا۔ اے میرے خدا! اگر تیرے نزدیک میرا یہ فعل مقبول ہے تو تُو ہم پر رحم کر کے غار کے دروازہ سے پتھر ہٹا دے۔ احادیث میں آتا ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک شخص جب اپنی کسی خاص قربانی کو پیش کر کے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا تو پتھر کا 1/3 حصہ دروازہ سے ہٹ جاتا۔ جب تیسرے شخص نے دعا کی تو آندھی زور سے چلی اور پتھر کے باقی حصہ کو بھی غار کے دروازہ

سے پرے ہٹا کر لے گئی2۔اب یہ چیز بھی قربانی ہی کہلائے گی لیکن اس میں احسان کا بدلہ اتارنے کا پہلو زیادہ پایا جاتا ہے۔اس شخص نے والدین کی خاطر جو فعل کیا وہ اس احسان کی قدر کی وجہ سے تھا جو والدین نے اس پر کیا تھا۔اس قدر کی وجہ سے ہی اس نے ساری رات جاگتے ہوئے کاٹی اپنے بیوی بچوں کو بھوکا رکھا اور جب تک والدین کو دودھ نہ پلا لیا اپنے بیوی بچوں کو نہ پلایا۔ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ قربانی نہیں تھی مگر اس کے خالصۃً لِلّٰہ ہونے میں دوسروں کو شبہ ہوسکتا ہے۔اسی طرح اور بہت سے واقعات پائے جاتے ہیں جن میں وہ لوگ جن پر کسی کا احسان ہوتا ہے اُس شخص کی خاطر اپنی جانیں تک قربان کر دیتے ہیں۔

مغلوں کی تاریخ کا واقعہ ہے کہ ہمایوں کا وزیر جب شکست کھا کر بھاگا جا رہا تھا تو سندھ میں اُسے پٹھانوں نے گھیر لیا اور سمجھ لیا کہ وہی ہمایوں کا وزیر ہے۔ان کے ساتھ ایک خادم بھی تھا۔اس نے حملہ آوروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا وزیر میں ہوں وہ نہیں اور وزیر کہہ رہا تھا کہ وزیر میں ہوں وہ نہیں۔آخر اس خادم نے اتنے زور اور اصرار کے ساتھ اپنے آپ کو بطور وزیر پیش کیا کہ حملہ آوروں کو یقین ہو گیا کہ یہ غلام ہی اصل وزیر ہے۔چنانچہ انہوں نے اسے قید کر لیا اور پھانسی دے دی۔اب یہ بھی ایک قربانی تھی۔لیکن یہ قربانی خالصۃً لِلّٰہ نہیں تھی۔ایک محسن کے لیے تھی۔بالکل ممکن تھا وہ غلام دہریہ ہوتا تب بھی وہ اپنے محسن کے لیے جان قربان کر دیتا۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ قوم کی خاطر اس کے رُعب اور وقار کو قائم رکھنے کے لیے اپنی جانوں اور مالوں کی پروا نہیں کرتے اور ہر ملک میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔جاپانی لوگ کوئی خدا پرست نہیں تھے۔وہ مشرک اور دہریہ تھے۔مگر گزشتہ جنگ میں جو قربانیاں انہوں نے کی ہیں ان کے واقعات پڑھ کر حیرت آتی ہے۔جہاز سے گرائے ہوئے بم کے خطا جانے کا امکان ہوسکتا ہے مگر جنگ میں بعض مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں کہ دو منٹ کا بھی وقفہ پڑ جائے تو دشمن غالب آجاتا ہے۔ایسے وقت پر اگر ہاتھ سے بم پھینکا جائے یا جہاز سے گرایا جائے تو ممکن ہے وہ نشانہ پر نہ بیٹھے۔لیکن لائف بم کا خطا ہو جانا ممکن نہیں۔جاپانی لوگ ایسے مواقع پر بم اپنے سینوں پر باندھ لیتے اور مقابل پارٹی کے مورچوں اور حفاظت کی جگہوں پر کُود کر گر جاتے تو خود تباہ ہو جاتے لیکن دشمن کی پوزیشن کو نقصان پہنچا دیتے۔غرض ملک اور قوم کی خاطر انہوں نے قربانی کی اور ایسی کی جس کے واقعات پڑھ کر

حیرت آتی ہے۔لیکن وہ قوم کی خاطر تھی، ملک کی خاطر تھی خالصۃً لِلّٰہ نہیں تھی۔

وہ قربانی جو خالصۃً لِلّٰہ نہ ہو وہ بھی آگے کئی قسم کی ہوتی ہے۔لوگ قوم کے لیے بھی قربانیاں کرتے ہیں، ملک کے لیے بھی قربانیاں کرتے ہیں، ماں باپ اور اولاد کے لیے بھی قربانیاں کرتے ہیں، مائیں اولاد کے لیے جو قربانی کرتی ہیں اُس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔دوسری قربانیاں خواہ کتنی شاندار ہوں ماؤں کی قربانیوں کی طرح عام نہیں پائی جاتیں مگر ان قربانیوں سے تو کوئی بستی بھی خالی نہیں۔بچہ بیمار ہو جاتا ہے تو ماں ساری ساری رات جاگتی رہتی ہے باپ اس کی برداشت نہیں کرسکتا۔ وہ بسا اوقات تنگ آکر دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہے۔اس کے سامنے صرف سونے کا سوال ہوتا ہے اور بیوی کے سامنے ساری رات پھرنے کا۔لیکن وہ ساری ساری رات جاگتی ہے اور بچے کو گود میں لے کر اِدھر اُدھر پھرتی ہے۔اب یہ بھی قربانی تو ہے لیکن اللہ کے لیے نہیں کہلاسکتی۔ماں اپنی مامتا کی ماری یہ قربانی کرتی ہے، ہم اس کی قدر کرتے ہیں اور اس کا ذکر سن کر متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔اس کا ذکر کرتے ہوئے بعض دفعہ ہماری آواز میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔ہماری آنکھوں میں نمی آجاتی ہے۔لیکن وہ قربانی خالصۃً لِلّٰہ نہیں کہلاسکتی۔قوم، ملک، والدین یا بیوی بچوں کے لیے جو قربانی کی جاتی ہے اور وہ قربانی جو خدا تعالیٰ کے لیے کی جاتی ہے دونوں میں ایک فرق ہے اور وہ فرق عقل کا ہے۔ قوم، ملک، والدین یا بیوی بچوں کے لیے جو قربانی کی جاتی ہے اس کے ساتھ ایک جنون سا پایا جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی خاطر کی ہوئی قربانی کے ساتھ جنون نہیں پایا جاتا۔اوّل الذکر قسم کی قربانی کرنے والے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح احسان کا بدلہ اتارے۔ماں اپنے بچے کی خاطر اس لیے قربانی کرتی ہے کہ وہ آئندہ قوم کا سپوت ثابت ہو اور بڑے ہو کر وہ اس کی خدمت کرے۔حالانکہ خدا تعالیٰ اس سے بھی زیادہ احسان کرنے والا ہے۔اگر اس کے اندر قربانی کا حقیقی جذبہ ہوتا تو وہ دونوں کے درمیان موازنہ کرتی کہ کس کا احسان زیادہ ہے۔وہ ماں جو ساری ساری رات اپنے بچے کی خاطر جاگتی ہے اور اسے گود میں لیے پھرتی ہے بسا اوقات وہ تہجد کے لیے نہیں اٹھتی حالانکہ خدا تعالیٰ کا احسان اس پر زیادہ ہوتا ہے۔وہ قوم کے لیے قربانی کرتی ہے تو اس لیے کرتی ہے کہ آئندہ نسلوں کو فائدہ پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ کا گزشتہ نسلوں پر بھی فضل ہوتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے بھی وہ رحمت کا موجب ہوتا ہے۔پس قوم، ملک یا بیوی بچوں کی خاطر کی گئی قربانی کی خالصۃً لِلّٰہ قربانی کے ساتھ کوئی

نسبت ہی نہیں۔ ملک اور قوم اور بیوی بچوں اور دوسرے عزیزوں سے نیک سلوک کرنے والے کی قربانی بھی بیشک قربانی کہلائے گی لیکن ہوگی ادنیٰ۔ اس لیے کہ اس نے بڑی چیز کو چھوڑ کر چھوٹی چیز کو اختیار کیا۔ اگر وہ اس جذبہ کا صحیح استعمال کرتا تو وہ ہر مقام کی نسبت سے اپنی قربانی کو تقسیم کرتا۔ قوم، ملک، والدین اور بیوی بچوں وغیرہ کے لیے قربانی کرنے والے کی خدا تعالیٰ پر نظر نہیں ہوتی۔ کتاب میں ہم پڑھ رہے ہوتے ہیں کہ فلاں شخص نے قوم کی خاطر قربانی کی، فلاں نے اپنے آقا کے ساتھ نیکی کی مگر ہم موازنہ نہیں کر رہے ہوتے۔ ہم ایک پہلو کو ترک کر دیتے ہیں اور ایک پہلو پر سارا زور خرچ کر دیتے ہیں۔ ہم ایک پہلو کو دیکھ کر اسے کامل تصور کر لیتے ہیں لیکن جب عقل کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا خیال غلط تھا۔ مثلاً ایک شخص ایک تنومند انسان کو جو سخت پیاسا ہو ایک چُلّو بھر پانی دے دیتا ہے اور بچے کے سامنے پانی کی گڑوی رکھ دیتا ہے تو تنومند شخص کا ایک چلّو بھر پانی سے کیا بنے گا۔ وہ اسے پیاس سے بچا نہیں سکتا اور نہ ہی پانی کی گڑوی بچے کے کام آسکے گی۔ تنومند شخص چُلّو بھر پانی پی کر مر جائے گا اور بچہ پانی کی گڑوی پی کر مر جائے گا۔ غرض اس کی قربانی قربانی تو کہلائے گی لیکن عقل کے ساتھ موازنہ نہ کرنے کی وجہ سے ناقص رہ جائے گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں یہ بتایا ہے کہ میں اپنی وہ قربانی پیش کرتا ہوں جو خالصۃً لِلّٰہ ہے۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری قربانیاں نہیں کرتے تھے۔ آپؐ نے دوسری قربانیاں بھی کیں اور ان کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ3 اے محمد رسول اللہ! کیا تُو اس وجہ سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے گا۔ آپؐ نے جس رنگ میں اپنی قوم سے وفاداری کی اور صرف اپنے دوستوں کے لیے ہی نہیں اپنے دشمنوں کے لیے بھی قربانیاں کیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔

حضرت عباسؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بھی تھے اور محسن بھی۔ آپؐ دوسروں کی نسبت ان سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ جنگِ بدر میں وہ قید ہوئے۔ جب اسلامی لشکر مدینہ واپس آرہا تھا تو راستے میں ایک جگہ پر کچھ دیر آرام کرنے کے لیے قیام کیا گیا۔ اُن دنوں بیڑیاں اور ہتھکڑیاں نہیں ہوتی تھیں۔ قیدیوں کو رسیوں سے باندھ دیا جاتا اور رسیاں زیادہ سخت کر کے باندھی جاتی تھیں

تا ڈھیلی نہ رہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت آرام کرنے کے لیے ایک جگہ پر قیام پذیر ہوئے۔ قیدیوں کی جگہ آپؐ کی آرام گاہ کے بالکل قریب تھی۔ رسیوں کے سخت بندھے ہونے کی وجہ سے حضرت عباسؓ کے کراہنے کی آواز آنے لگ گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اِدھر کروٹ لیتے تھے کبھی اُدھر۔ آپؐ کو نیند نہیں آتی تھی۔ صحابہؓ کے اندر یہ بات پائی جاتی تھی کہ وہ آپؐ کی ہر حرکت کو دیکھتے رہتے تھے۔ پہریداروں نے جب دیکھا کہ آپ کو نیند نہیں آرہی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ آپ کو چونکہ حضرت عباسؓ کے کراہنے کی آواز آرہی ہے اور ان سے آپ کو محبت ہے اس لیے دُکھ اور تکلیف کی وجہ سے آپؐ کو نیند نہیں آتی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عباسؓ کی رسیاں ڈھیلی کر دیں جس کی وجہ سے ان کے کراہنے کی آواز بند ہوگئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ دیر کے لیے نیند آ گئی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دیر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وہم پیدا ہوا کہ تکلیف برداشت نہ کر کے حضرت عباسؓ کہیں فوت ہی نہ ہو گئے ہوں یا بیہوش نہ ہو گئے ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے پہریداروں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ حضرت عباسؓ کی آواز کیوں نہیں آتی؟ انہوں نے بتایا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ہم نے دیکھا کہ آپؐ کو نیند نہیں آرہی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ صرف حضرت عباسؓ کے کراہنے کی وجہ سے ہے اس لیے ہم نے ان کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں جس کی وجہ سے ان کے کراہنے کی آواز بند ہوگئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا عباس سے بیشک مجھے محبت ہے لیکن دوسرے قیدی بھی تو کسی نہ کسی کو پیارے ہیں۔ یا تو تم عباس کی رسیاں بھی باندھ دو اور یا پھر دوسروں کی رسیاں بھی ڈھیلی کر دو۔ اس پر صحابہؓ نے دوسرے قیدیوں کی رسیوں کو بھی ڈھیلا کر دیا۔4 یہ قربانی تھی جو آپؐ نے کی۔ حضرت عباسؓ کے ساتھ آپ کو محبت تھی، وہ آپ کے چچا تھے اور محسن بھی تھے اس لیے دوسروں کی نسبت آپؐ ان کی زیادہ حمایت کرتے تھے لیکن جہاں محبت کے تعلقات تھے وہاں آپؐ نے برداشت نہ کیا کہ حضرت عباسؓ کی رسیاں کھول دی جائیں اور دوسرے قیدی تکلیف کی وجہ سے کراہتے رہیں۔

حضرت خدیجہؓ نے بھی آپؐ کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا تھا۔ اس کا آپ پر اتنا گہرا اثر تھا کہ آپ حضرت خدیجہؓ کا بڑی کثرت سے ذکر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ پر طبعاً یہ بات گراں گزرتی۔ آپ فرماتی ہیں میں نے تنگ آ کر ایک دن کہا یا رسول اللّٰہ! آپ بھی کیا کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو اُس سے اچھی بیویاں دے دی ہیں آپؐ اس کا خیال چھوڑ دیں۔ آپؐ نے فرمایا عائشہ! تمہیں معلوم نہیں کہ اُس میں کیا کیا خوبیاں تھیں۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا تو یہ بات کبھی نہ کہتیں۔5

اسی طرح اَور بھی جس جس شخص نے آپ سے حُسنِ سلوک کیا آپؐ نے اسے بُھلایا نہیں بلکہ آپ نے ہمیشہ اس کی قدر کی۔ اَوروں کو جانے دو جس قوم نے آپؐ کو پالا تھا آپؐ نے اُس سے جو سلوک کیا وہ کیا کم قربانی تھی۔ وہ قوم آخر وقت تک آپؐ سے لڑتی رہی اور بالآخر ایک لمبی اور خطرناک جنگ کے بعد مغلوب ہوئی اور ساری کی ساری قید ہوکر آئی۔ اس جنگ میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بھی خطرے میں پڑ گئی تھی لیکن اس قوم کے حُسنِ سلوک کا آپؐ پر اتنا اثر تھا کہ آپ نے دو ماہ تک ان کے قیدیوں اور اموال کو تقسیم نہ کیا۔ وہ بھی ضدی تھے۔ آپؐ کے پاس جلدی نہ آئے۔ آپؐ کا خیال تھا کہ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں صحابہؓ سے ان کی سفارش کر دوں گا کہ چاہو تو ان کو چھوڑ دو ان کا مجھ پر احسان ہے، انہوں نے مجھے پالا تھا مگر جب آپؐ نے دیکھا کہ وہ دو ماہ تک نہیں آئے تو آپ نے قیدی اور مال صحابہؓ میں تقسیم کر دیئے۔ اس کے بعد آپؐ کی دودھ شریک بہن آئی اور اس نے درخواست کی کہ آپؐ ان سے حُسنِ سلوک کریں۔ آپؐ نے فرمایا میں دیر تک انتظار کرتا رہا کہ تم آؤ تو میں تمہاری سفارش کر دوں مگر تم نہیں آئیں اور میں نے سب کچھ صحابہؓ میں تقسیم کر دیا ہے۔ اب میں ایک بات کر سکتا ہوں۔ میں سفارش کروں گا کہ یا تو صحابہؓ تمہارے قیدی چھوڑ دیں اور یا تمہارے مال واپس کر دیں۔ ان دونوں چیزوں میں سے جو چاہو پسند کر لو۔ انہوں نے مال کے مقابلہ میں جانوں کو ترجیح دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا میری دودھ شریک بہن آئی ہے اور درخواست کرتی ہے کہ اُس سے حُسنِ سلوک کیا جائے۔ میں نے ان سے دو چیزوں میں سے ایک چیز کا وعدہ کیا ہے چاہے مال واپس لے لیں اور چاہے قیدی آزاد کرا لیں۔ غنیمت کا مال تقسیم کر دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں کو اس سے بالکل محروم نہیں رکھنا چاہتا۔ انہوں نے جانوں کو مال پر ترجیح دی ہے۔ اب میں تمہارے سامنے یہ بات رکھتا ہوں۔ صحابہؓ نے سب غلام چھوڑ دیئے اور کہا یارسول اللہ! ہم مال واپس کرنے کو تیار ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک ہی چیز کا وعدہ کیا ہے۔6

پھر یہ تو آپ کے محسن تھے۔ آپؐ نے دوسروں کے محسنوں کو دیکھ کر اُن کی بھی قدر کی ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ اسلامی لشکر جب لڑائی سے واپس آیا تو آپ قیدیوں کا معائنہ فرما رہے تھے۔ قیدیوں میں عورتیں مرد سب شامل تھے۔ آپ قیدیوں کو دیکھ رہے تھے کہ ایک عورت بولی یا رسول اللہ ! کیا آپ کو معلوم ہے میں کون ہوں؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں تم خود ہی بتا دو۔ اس نے کہا میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ پھر اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپؐ بڑے مُحسن ہیں اور مُحسن مُحسنوں کی قدر کیا کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا دیکھو! اس لڑکی کا باپ غریبوں کی مدد کیا کرتا تھا، مسافروں کے کام آتا تھا اور جہاں تک اُس کے بس میں ہوتا وہ دوسروں سے حُسنِ سلوک کرتا۔ مجھے یہ دیکھ کر شرم آتی ہے کہ اس کی لڑکی ہمارے پاس قید ہو۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ انہیں آزاد کر دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے صرف اس لڑکی کو ہی نہیں بلکہ اُس کے اصرار پر اُس کی ساری قوم کو آزاد کر دیا۔7 غرض آپؐ نے اپنے محسنوں سے ہی نیک سلوک نہیں کیا بلکہ دوسرے لوگوں کے محسنوں کی بھی قدر کی ہے۔ حاتم طائی کا قبیلہ آپ سے بہت دور رہتا تھا۔ اس کا آپؐ پر کوئی احسان نہ تھا۔ آپ نے محض اس لیے کہ ان کا ایک فرد دوسروں سے حُسنِ سلوک کیا کرتا تھا ان کی قدر کی اور آزاد کر دیا۔

پس قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے یہ معنے نہیں کہ آپؐ دوسری قربانیاں نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری ساری قربانیاں جو انسانوں کی خاطر ہوتی ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ کے واسطہ سے ہوتی ہیں۔ بعض لوگ نماز اس لیے پڑھتے ہیں کہ ان کے ماں باپ نماز پڑھتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ بعض دفعہ انسان ایک محسن کی خاطر دینی کاموں میں حصہ لینے لگ جاتا ہے۔ مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ اس کا استاد دیندار ہے تو وہ بھی دیندار بن جاتا ہے۔ اب اس کا یہ فعل خالص خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں ہوگا بلکہ استاد کے لیے ہوگا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور دینداری محض خدا تعالیٰ کی خاطر تھی۔ گویا ایک وہ ہے جو پیر کی خاطر خدا تعالیٰ کو مانتا ہے اور ایک وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی خاطر پیر کو مانتا ہے۔ ادنیٰ درجہ کا مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے لیکن اعلیٰ درجہ کا مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی خاطر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے۔

غرض قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ میری تمام قربانیاں خدا تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اگر بیوی بچوں کی قدر کرتا ہوں، میں اگر والدین کی قدر کرتا ہوں، میں اگر قوم کی قدر کرتا ہوں، میں اگر اپنے محسنوں یا دوسرے لوگوں کے محسنوں اور بزرگوں کی قدر کرتا ہوں تو اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ رحمت اور شفقت جو اِن کے دلوں میں پائی جاتی ہے وہ میرے خدا نے ہی ان کے اندر رکھی ہے۔ اور وہی بندوں سے حُسنِ سلوک کرواتا ہے۔ چیز تو وہی رہی۔ ایک عام آدمی نے بھی قربانی کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قربانی کی مگر ایک عامی 8 شخص نے اپنی اغراض کے لیے قربانی کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خدا تعالیٰ کے مظاہر سمجھ کر ان کے لیے قربانی کی۔ لوگ ماں باپ سے حُسنِ سلوک کرتے ہیں تو ذاتی اغراض کے لیے کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی والدین تو فوت ہو چکے تھے لیکن دودھ پلانے والی ماں تو موجود تھی اور وہ ماں کی قائمقام تھی۔ لوگ بچوں سے حُسنِ سلوک کرتے ہیں تو ذاتی اغراض کے لیے کرتے ہیں۔ لوگ دوستوں سے حُسنِ سلوک کرتے ہیں تو ذاتی اغراض کے لیے کرتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں ان سب سے اس لیے حُسنِ سلوک کرتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کے مظاہر ہیں۔ لوگ ماں کی محبت کو دیکھ کر اس کی خاطر قربانی کرتے ہیں مگر میں ماں کے لیے اس لیے قربانی کرتا ہوں کہ اس کے دل میں وہ محبت خدا تعالیٰ نے ہی رکھی ہے۔ لوگ ماں کو ہی اصل محبت کا مستحق قرار دے لیتے ہیں۔ دوستوں کو دیکھتے ہیں تو انہیں براہ راست محسن قرار دے لیتے ہیں اور اُن کے احسان کے بدلے اتارنا چاہتے ہیں لیکن میری سب قربانیاں خدا تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اپنے بھائیوں سے، اپنی قوم سے اور اپنے دوسرے رشتہ داروں سے اگر حُسنِ سلوک کرتا ہوں تو اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے اندر محبت اور شفقت کا جذبہ خدا تعالیٰ نے ہی رکھا ہے۔

غرض نَسِیْکَة کے معنوں میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ قربانی ہو اور خالصۃً لِلّٰہ ہو۔ لیکن رب العٰلمین کے الفاظ ساتھ لگا کر اسے اَور بھی مقیّد کر دیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے ساتھ رب العٰلمین

لگا کر اس کی وجہ بیان کر دی ہے کہ میری قربانی کیوں لِلّٰہ ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ رب العٰلمین ہے۔ یعنی وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ وہ ماؤں کو بھی پیدا کرنے والا ہے، وہ بچوں کو بھی پیدا کرنے والا ہے، وہ دوستوں کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔ سب چیزیں جو مجھے نظر آتی ہیں اُسی کی طرف سے ہیں۔ ایک شخص اپنی ماں کی قربانیوں اور حُسنِ سلوک کو دیکھتا ہے تو وہ وہاں ٹھہر جاتا ہے۔ باپ کے حُسنِ سلوک کو دیکھتا ہے تو وہاں ٹھہر جاتا ہے۔ دوستوں کے حُسنِ سلوک کو دیکھتا ہے تو وہاں ٹھہر جاتا ہے لیکن میں ہر چیز کے پیچھے خدا تعالیٰ کا ہاتھ دیکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہی ان خدمات کا محرک ہے۔ رحمت اور شفقت جو ان کے دلوں میں پائی جاتی ہے اُسی کی طرف سے ہے۔ اُسی نے دنیا کے ہر ذرہ سے مجھے فائدہ پہنچایا ہے۔ مثلاً ٹھنڈا پانی ہے میں اسے پیتا ہوں اور اپنی پیاس بجھاتا ہوں۔ پیاس کو بجھانا پانی کی ذاتی خصوصیت نہیں ہے۔ اس کے اندر میرے خدا نے ہی یہ خوبی پیدا کی ہے۔ اِسی طرح دوسری چیزیں ہیں۔ ان کے اندر بعض خصوصیتیں جو موجود ہیں وہ خدا تعالیٰ کی ہی رکھی ہوئی ہیں۔ میں ہر چیز کے پیچھے خدا تعالیٰ کا ہاتھ دیکھتا ہوں۔ اصل محسن خدا تعالیٰ ہے اور یہ چیزیں ذرائع ہیں اور جب اصل محسن خدا تعالیٰ ہے تو پھر میں قربانی بھی اُسی کی خاطر کیوں نہ کروں۔

غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے ساتھ رب العٰلمین لگا کر یہ بتایا ہے کہ ہر چیز جو فائدہ مند ہے اس کے پیچھے خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ لوگ بے وقوفی اور نادانی سے اس چیز کو فی ذاتہٖ فائدہ مند سمجھ لیتے ہیں اور اس کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رب العٰلمین ہے اور سب چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ پھر میں اس کے لیے قربانی کیوں نہ کروں۔ گویا یہ الفاظ بڑھا کر آپ نے اپنے دعوٰی کے لیے وجہِ جواز بیان کر دی ہے۔ یہ بھی بتا دیا کہ میری سب قربانیاں خدا تعالیٰ کے لیے ہیں اور یہ بھی بتا دیا کہ ان قربانیوں کی وجہ کیا ہے۔ کامل انسان وہ ہے جس کی سب قربانیاں خدا تعالیٰ کے لیے ہوں۔ اس طرح وہ اپنے ظاہری محسنوں کا بھی شکریہ ادا کر دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کا بھی جو اصل محسن ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنے محسنوں کے لیے نہیں اپنے دشمنوں کے لیے بھی قربانیاں کی ہیں۔ اور آپ نے قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہہ

کر یہ بتایا ہے کہ میں بندوں کے احسانوں کی بھی قدر کرتا ہوں لیکن یہ سمجھ کر کرتا ہوں کہ اس کے پیچھے خداتعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہر ذرّہ کے پیچھے خداتعالیٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ جو شخص ایسی قربانی کرتا ہے وہ بظاہر قوم اور وطن اور رشتہ داروں کے لیے قربانی کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ انہیں ایک ذریعہ سے زیادہ درجہ نہیں دیتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ ہر فعل دراصل خداتعالیٰ ہی کر رہا ہے اس طرح وہ دونوں کا حق ادا کر دیتا ہے۔قریبی محسن کا بھی اور دُور کے محسن کا بھی جس نے قریبی محسن کے دل میں وہ خواہش پیدا کی۔اور یہی قربانی اصل اور اعلیٰ درجہ کی ہے''۔ (الفضل 30دسمبر 1959ء)

---

1 :الانعام:163

2 : بخاری کتاب الاجارَة باب من استاجر اجیرا فترک اجره(الخ)

3 :الشعراء:4

4 :اسد الغابة جلد3 صفحہ 109 مطبوعہ ریاض 1286ھ

5 : بخاری کتاب مناقب الانصار باب تزویج النَّبِیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم خَدِیُجَةَ (الخ)

6 :مغازی للواقدی مَسیر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الی الجعرانةِ بَعْد عَوُدِہٖ مِنَ الطّائف جلد1 صفحہ 950۔ ذکر وفد ھوازن میں رضاعی بہن کی بجائے رضاعی چچا کا ذکر ہے۔(مفہوماً)

7 :تفسیر روح البیان سورۃ ابراھیم آیت18 جلد4 صفحہ 409 مطبع المکتبة الاسلامیة عثمانیة 1330ھ

8: **عامی**: عام، کم علم، عام آدمی، جو کسی فن میں عالم یا صاحبِ فن کے مقابلہ میں نابلد ہو (اردو لغت تاریخی اصول پر جلد13 صفحہ 294 مطبوعہ کراچی 1991ء)